ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

بیسویں صدی میں تاریخ گوئی کی تکنیکی جہات

TECHNICAL DIMENSIONS OF CHRONOGRAM IN TWENTIETH CENTURY

*باقر وسیم

ABSTRACT

Chronogram is the name given to a unique way of describing the history and the occurrence of events. This art has many technical aspects. Every historian preserves history by using some special technique according to his skill and knowledge. In addition to the subject matter, technique is also the most important factor in examining the art of chronogram. The art of chronogram flourished in the eighteenth and nineteenth centuries, but continued to a large extent in the twentieth century. In this century, great poets like Allama Iqbal also adopted this art for memorizing history. With regard to the twentieth century, it is interesting to examine the aspects of the technique used by various historians. This article attempts to provide an overview of the technical aspects of chronogram during the twentieth century.

Keywords: *Chronogram, technical dimensions, skills, twentieth century, review.*

تاریخ گوئی حفظِ تاریخ اور واقعات کے وقوع کو منفرد انداز میں بیان کرنے کا نام ہے۔ یہ فن کئی تکنیکی جہات پر مشتمل ہے۔ ہر تاریخ گو اپنی مہارت اور علم کے مطابق کسی نہ کسی خاص تکنیک کا استعمال کر کے تاریخ کو محفوظ کرتا ہے۔ تاریخ گوئی کے فن کی جائزہ کاری کے سلسلے میں موضوع کے علاوہ تکنیک بھی اہم ترین عنصر ہے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں تاریخ گوئی کا فن عروج پر تھا مگر بیسویں صدی میں بھی یہ فن کافی حد تک جاری رہا۔ اس صدی میں علامہ اقبال جیسے عظیم شاعر نے بھی حفظِ تاریخ کے لیے اس فن کو اختیار کیا۔ بیسویں صدی کے حوالے سے یہ امر دلچسپ ہے کہ تکنیک کی ان جہات کا جائزہ لیا جائے جو مختلف تاریخ گویان نے استعمال کیں۔ اس مضمون میں بیسویں صدی کے دوران تاریخ گوئی کی تکنیکی جہات کا جائزہ پیش کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔

تاریخ گوئی ایک ایسا مستند فن ہے جس میں واقعات کے وقوع کو کسی حرف، لفظ، مصرعے یا عبارت پر مشتمل تاریخی مادے کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ تاریخی مادے کی تشکیل اور تاریخ کے اظہار کے لیے کوئی صنعت یا تکنیک استعمال کی جاتی ہے۔ زیر نظر مضمون بیسویں صدی میں تاریخ گوئی میں استعمال ہونے والی مختلف اقسام کی تکنیک کے بارے میں ہے۔

بیسویں صدی کی تاریخ گوئی کے اس جائزے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک نظر تاریخ گوئی کے نقش اول یعنی تاریخ گوئی کے پہلے نمونے کی تکنیک پر بھی ڈالی جائے۔ عجم کے ایک قدیم شاعر ابو شکور بلخی نے اپنی مثنوی آفریں نامہ کے سالِ تکمیل کی یہ تاریخ کہی، جس کو تاریخ گوئی کا پہلا نمونہ قرار دیا جاتا ہے:

چُنیں داستاں نکفت از خیال
ابر ”سہ صد و سی و سہ“ بود سال
(۱)

---

*معلم، شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج اصغر مال، راولپنڈی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

۳۳۳ھ

یہ تاریخ ایک سالم الاعداد تاریخی مادے پر مشتمل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ گوئی کا نقش اول سادہ اور سالم الاعداد تاریخی مادے پر مشتمل تھا۔

ابو شکور بلخی کی اس سالم الاعداد تاریخ کے بعد یہ دوسری میسر تاریخ فردوسی طوسی کی ہے:

ز ہجرت شدہ پنج ہشتاد بار

۵ x ۸۰ = ۴۰۰ھ

کہ گفتم من ایں قصہ شاہوار

(۲)

یہ تاریخ تکنیکی اعتبار سے صنعت تضارب میں ہے یعنی ۸۰ کو ۵ سے ضرب دی جائے تو مطلوبہ سال حاصل ہوتا ہے۔ اس تاریخ کی تکنیک سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ گوئی کے فن کا آغاز ہونے کے ساتھ ہی صنعتوں کے استعمال کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ تاریخ گوئی کے فن کو جس قدر فروغ ہوا اس میں تیموری ادوار کے فن تعمیر کا نمایاں حصہ ہے۔ تکنیک کے اعتبار سے تعمیرات کے یہ مادے عموماً کامل الاعداد اور سادہ تھے۔

پندرھویں صدی عیسوی تک اس فن کا بہت چرچا ہو گیا تھا۔ سولہویں صدی عیسوی کا آغاز ۱۱ جمادی الثانی ۹۰۶ھ کو ہوا۔ اس صدی تک برصغیر میں تاریخ گوئی ایک فن کی حیثیت سے رواج پا چکی تھی۔ سترہویں صدی عیسوی کے دوران مراکش میں کتبوں پر قطعاتِ تاریخ کا استعمال عام ہوا۔ اٹھارہویں صدی میں ایک طرف تو تاریخ گوئی نے تکنیک کے لحاظ سے کافی ترقی کی مگر ساتھ ساتھ اس صدی میں پیر غلام علی آزاد بلگرامی اور عبدالجلیل واسطی نے قرآن پاک سے بھی بہت سے تاریخی مادے اخذ کیے۔ انیسویں صدی میں تاریخ گوئی پر بے شمار کتب شائع ہوئیں جن میں سے اکثر کے نام بھی تاریخی ہیں۔ اس صدی میں سب سے معتبر نام عبدالغفور نساخ کا ہے۔ تکنیکی اعتبار سے تب تک اس فن نے ایک طرف تو صنائع اور تکنیک میں خوب ترقی کر لی تھی تو دوسری طرف ادق فارسی مادوں اور تراکیب پر مشتمل تاریخی مادوں کی بجائے ایسے مادے تخلیق کیے گئے جو سلاست کا نمونہ تھے۔ بیسویں صدی کے آغاز تک تاریخ گوئی کا فن تکنیک میں بہت ترقی کر چکا تھا مگر تاریخی مادوں کی زبان میں سادگی رواج پا چکی تھی۔

مختلف تاریخ گو اپنی منشا، ذاتی پسند و ناپسند اور مذہبی اعتقادات کے باعث مختلف اقسام کی سنین کا استعمال کرتے ہیں۔ بیسویں صدی کے دوران تاریخ کہنے والوں نے یہ تکنیک بھی استعمال کی کہ ایک ہی قطعہ تاریخ میں متعدد سنین کا استعمال بھی کیا۔

محلہ مغل پورہ پٹنہ (بھارت) کے محلہ گزری میں چوالال کی گلی کی مغربی سرحد پر ایک چھوٹے سے قبرستان میں اصغری فاطمہ کی قبر ہے جس پر عشرتی عظیم آبادی کی یہ منفرد تاریخ رقم ہے۔

ہوئی جبکہ ذی الحجہ کی بارہویں
گئی خُلد کو "باجیا اصغری"

۱۳۲۳ ہجری

جو منظور حق تھا وہ آخر ہوا
نہ راس آئی کوئی "دوا اصغری"

۱۳۱۲ بنگلہ

ترا سن یہ مرنے کا ہر گز نہ تھا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

ہوئی کیسی نازل "بلا اصغری"

۱۳۳۴فصلی

مٹایا شباب آسماں نے ترا
تُو تھی بحرِ جود و "سخا اصغری"

۱۹۶۲سمبت

یہ کہہ کر تسلی اعزّہ نے کی
ہمیشہ کوئی کب "جیا اصغری"

۱۳۱۵الٰہی

لحد سے ہٹے کہتے یہ اقربا
ترا ہے نگہباں "خدا اصغری"

۱۹۰۶عیسوی

ردیف و قوافی سے ہر شعر کی (۳)
سن فوت پیدا ہوا اصغری

سات اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخ سے عشرتی عظیم آبادی ہر مصرعے کے قافیہ اور ردیف سے ہجری، بنگلہ، فصلی، سمبت، الٰہی اور عیسوی تاریخیں نکالی ہیں۔ اس تاریخی قطعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ہجری اور عیسوی سنین کا استعمال تاریخ گوئی کے فن میں بکثرت رہا مگر دیگر سنین مثلاً، بنگلہ، فصلی، سمبت اور الٰہی وغیرہ کے استعمال کا سلسلہ بھی بیسویں صدی میں یکسر موقوف نہیں ہوا بلکہ ان سنین میں کہی ہوئی تاریخیں بھی بیسویں صدی کے تاریخی خزینے میں موجود ہیں۔

حامد حسن قادری نے اپنی کتاب "مجمع الکرامات" کی تاریخ تصنیف پر جو قطعہ لکھا، اس میں کمال یہ ہے کہ ایک ہی مصرعے میں چار طرح کے مادے موجود ہیں۔ قطعہ اور اس کی توضیح ملاحظہ ہو:

اہلِ عرفاں اور نورِ ذات کی باتیں ہیں یہ
جس نے پایا پایا ہی اہلِ عرفاں سے نورِ ذات
بکرمی و عیسوی، ہجری و فصلی چار سال
یوں کہو "پیہم توسل ہی سے آیا نورِ ذات"
(۴)

۵۷ ۵۸۱ ۱۲ ۱۳۵۷

ایک ہی قطعہ تاریخ سے چار تاریخی مادے کس طرح حاصل ہوتے ہیں اس امر کی توضیح مندرجہ ذیل ہے:

(الف) نورِ ذات کے اعداد سے فصلی تاریخ حاصل ہوتی ہے = ۱۳۵۷ فصلی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

(ب) فصلی تاریخ میں آیا (۱۲) کے اعداد جمع کرنے سے ہجری تاریخ حاصل ہوتی ہے

۱۳۵۷ +۱۲ = ۱۳۶۹ہجری

(ج) ہجری تاریخ میں "توسل ہی سے" (۵۷۱) کے اعداد ملانے سے عیسوی سال کے اعداد کا حصول ہوتا ہے۔

۱۳۶۹ +۵۷۱ = ۱۹۵۰عیسوی

(د) عیسوی تاریخ میں جب "پیہم" کے ۵۷اعداد جمع کیے جائیں تو بکرمی سال کی تاریخ ملتی ہے

۱۹۵۰ +۵۷ = ۲۰۰۷ بکرمی

حامد حسن قادری کی یہ تاریخ بیسویں صدی کی منفرد تواریخ میں شمار ہے۔اس صنعت کو صنعت جمع کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی مخصوص لفظ یا حرف کو مادۂ تاریخ میں جمع کرنے سے نئی تاریخ بر آمد ہوتی ہے۔یہ تاریخ حامد حسن قادری کی تاریخ گوئی پر گرفت کی آئینہ دار ہے۔

تاریخ گوئی کو بہ اعتبارِ حقیقت صوری اور معنوی تاریخوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ گو سالِ وقوع کے اظہار کے لیے صوری یا معنوی تاریخ استعمال کرتے ہیں۔

عطش درانی نے صوری تاریخ کی تعریف یوں کی ہے۔

"اس سے مراد وہ تاریخ ہے جس میں صرف تاریخ کے الفاظ کو لکھا جائے اور حروف کے اعداد نہ نکالے جائیں۔"

صوری تاریخ، معنوی تاریخ کے لحاظ سے بہت سادہ تاریخ ہے کیونکہ اس میں تاریخ کا جوہر حاصل کرنے کے لیے اعداد شماری نہیں کرنا پڑتی بلکہ الفاظ خود تاریخ کا اعلان کرتے ہیں۔ عطش درانی نے صوری تاریخ کی ایک نہایت سادہ مثال بھی رقم کی ہے جس کے تاریخ گو کا نام درج نہیں کیا۔ تاریخ یہ ہے:

پاکستان بنا تھا پیارے
"انیس سو سنتالیس میں"

(۵)

۱۹۴۷ء

یہ صوری تاریخ ایک مختصر اور سادہ شعر میں بیان کی گئی ہے۔اس تاریخ کے بارے میں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ تاریخ دو مصرعوں پر مشتمل ہے۔مصرع اولیٰ اور مصرع ثانی کی تفہیم یکجا ہونے سے تاریخ اپنا مجموعی مفہوم ادا کرتی ہے۔اس تاریخ میں تاریخی مادہ صرف دوسرے مصرعے میں نہیں ہے بلکہ پہلا مصرع بھی تاریخی مادے کا ہی حصہ ہے۔دونوں مصرعے مل کر تاریخ تشکیل دیتے ہیں۔

صوری تاریخ میں راقم نے بھی اپنے خاندان کے بزرگ پروفیسر باغ حسین کمال کی وفات پر یہ قطعہِ تاریخ لکھا:

وہ سنہ و تاریخ تھے مطلوب جب
سوئے جنت رفت باغِ ذی وقار
یہ سروش غیب کی آئی صدا
"روز آخر عیسوی سن دو ہزار"

(۶)

۳۱دسمبر ۲۰۰۰ء

پروفیسر باغ حسین کمال نے ۳۱دسمبر ۲۰۰۰ء کو وفات پائی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

تکنیک کے اعتبار سے جو تاریخیں صوری اور معنوی تکنیک کے امتزاج کی حامل ہوتی ہیں ان میں مطلوبہ تاریخ یا سال کو واضح الفاظ کی صورت میں بھی بیان کر دیا جاتا ہے اور حروف کے اعداد کے ذریعے بحساب جمل بھی تاریخ نکالی جاتی ہے۔ ذیل میں ایسی ہی ایک تاریخ درج ہے جو علامہ عرشی امرتسری کی رحلت پر ماہنامہ فیض (شیر گڑھ) نے جون ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں شائع کی اور مدیر فیض جناب فضلی نے کہی۔ ملاحظہ ہو:

دانش و علم و ادب میں بحر ناپیدا کنار
حضرت علامہ عرشی تھے فرید روزگار
موت سے ان کی ہوئی شعر و سخن کی بات ختم
ہوئی گئی رخصت "تاثرات" کی ساری بہار
مادہ تاریخ کی جب جستجو فضلی نے کی
دی ندا ہاتف نے "نغمۂ فیض" کی ٹوٹی تار

۱۹۸۵ء

بیسویں صدی کے دوران سالم الاعداد مادوں کے ذریعے بکثرت تاریخ نکالی گئی۔

سالم الاعداد تاریخی مادوں کی مثال کے طور پر ہندوستان کے چند سیاسی لیڈروں کی تاریخیں ملاحظہ کریں جو سید احمد نے لغات ابجد شماری میں عندلیب تواریخ کے حوالے سے درج کی ہیں:

(۱) دادا بھائی نوروجی کی تاریخ وفات

"راسخ دماغ"

۱۹۰۶ء

(۲) حکیم اجمل خان کی تاریخ وفات

"شمع مجلس حکیم اجمل خان"

۱۳۴۶ھ

(۳) مولانا ابوالکلام آزاد کی تاریخ رحلت

"مقام فاضل عالم ابوالکلام آزاد" (۸)

۱۳۷۷ھ

ان تاریخوں میں سے پہلی تاریخ عیسوی سال کی اور باقی دونوں ہجری سال کی تاریخیں ہیں۔ ان تینوں نثری تاریخی مادوں میں اختصار اور سادگی کا عنصر نمایاں ہے۔

شمیم صبائی متھراوی جو بیسویں صدی کے ایک پُر گو تاریخ گو ہیں ان کی اکثر تاریخیں سالم الاعداد ہیں۔ وہ عموماً اپنے قطعۂ تاریخ کے آخری مصرعے میں تاریخی مادہ رکھتے ہیں اور اس میں مرحوم شخصیت کا نام ضرور آتا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی ایک سالم الاعداد تاریخ:

"پُر رنج رحلت خاقان عباسی" (۹)

۱۹۸۸ء

جب ہوا بارود کا فوجی ذخیرہ بے لگام
اک میزائل کی زد میں آئے وہ ناگاہ لکھ
ان کی تاریخ فنا کے واسطے تُو بھی شمیم (۱۰)

"اٹھ گئے خاقان عباسی یکایک" آہ لکھ

۱۴۰۸ھ

سالم الاعداد تاریخوں کے بعد تدخلے اور تخرجے کی تکنیک کو تاریخ گوئی کے سادہ طریقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے دوران تدخلے کی تکنیک بکثرت استعمال کی گئی۔

تدخلے کی تکنیک پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید (نشان حیدر) کی لوحِ مزار پر کندہ قطعہِ تاریخ میں بھی استعمال کی گئی ہے۔ فوجی قبرستان کراچی میں مزار راشد منہاس پر یہ تاریخ درج ہے:

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
مومن کا نشاں اور، منافق کا نشاں اور
راشد کی شہادت پہ ہے اقبال کا یہ قول

۱۳۶

"کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور" (۱۱)

۱۲۵۵ + ۱۳۶ = ۱۳۹۱ہجری

قول کے ۱۳۶ اعداد کو آخری مصرعے کے ۱۲۵۵ اعداد میں داخل کرنے سے ۱۳۹۱ ہجری حاصل ہوتا ہے۔ اس قطعہِ تاریخ میں تدخلے کے علاوہ مصرع مستعار کی تکنیک بھی استعمال کی گئی ہے۔

صنعت تخرجہ میں حکیم محمد وصی علی وصی نے محسن کاکوروی کی یہ تاریخ وفات کہی:

نکلا "یا ہو" جو زباں سے تو کہا محسن نے

۲۲

کہ "مری جان مدینہ کو جو چلتی ہے تو چل

(۱۲)

تخرجہ: ۱۳۴۵ - ۲۲ = ۱۳۲۳ہجری

مصرع ثانی میں موجود تاریخی مادے کے مجموعے ۱۳۴۵ میں سے "یاہو" کے ۲۲ اعداد کا تخرجہ کیا جائے تو محسن کاکوروی کی تاریخ ارتحال حاصل ہوتی ہے۔

علامہ محمد اقبال کی رحلت پر خوشی محمد ناظر نے ایک قطعہِ تاریخ لکھا جو ۱۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ آخری شعر میں مادۂ تاریخ ہے جس میں ناظر نے تخرجے کی تکنیک استعمال کی ہے۔ اس قطعہِ تاریخ کے تین اشعار درج ذیل ہیں:

وائے قسمت چل بسا علامۂ حکمت پناہ
افتخار خاوراں و نازش شہر و دیار
مصرع تاریخ مجھ پر غیب سے نازل ہوا
سال رحلت کا ہوا ہاتف سے جب میں خواستگار (۱۳)

آہ کا نکلا الف ناظر زبانِ خامہ سے
"مسجد شاہی بنی اقبال ملت کا مزار"

۱۳۵۸ - ۱ = ۱۳۵۷ھ

اس قطعہِ تاریخ میں آخری مصرعے کے اعداد سے "آہ" کے حرف اول یعنی الف کا ایک عدد نکالا جائے تو ۱۳۵۷ کے اعداد حاصل ہوتے ہیں جو اقبال کا ہجری سال وفات ہے۔

تاریخ کہنے والوں نے تاریخ گوئی کے فن میں اظہارِ مہارت کے کئی کمالات دکھائے ہیں اور مختلف صنعتوں کا استعمال کیا ہے۔ اس فن میں صنعتوں کے استعمال بارے ڈاکٹر محمد ابرار کی رائے ملاحظہ ہو:

"جوں جوں کوئی فن اپنے ارتقائی مراحل طے کرتا چلا جاتا ہے توں توں اس فن میں ندرت، جدت اور اظہار کمال کے نادر نمونے تخلیق ہوتے چلے جاتے ہیں۔ شاعری کی طرح تاریخ گوئی کے فن میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ابتدا میں تاریخ سیدھی، سادہ اور بے معنی الفاظ پر مشتمل ہوتی تھیں، لیکن جیسے جیسے اس فن میں ترقی ہوتی گئی ویسے ویسے تاریخ گو شعرا نے نادر، پرکار، پیچیدہ بنانا شروع کر دیا۔" (۱۴)

درج بالا رائے سے تاریخ گوئی میں صنعتوں کے استعمال بارے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا استعمال اگرچہ تاریخ گو اور قاری دونوں کے لیے ذہنی مشقت کا باعث ہے مگر صنعتوں کے باعث ہی تاریخ گوئی میں ندرت کا عنصر موجود ہے۔ ذیل میں بیسویں صدی کے دوران تاریخ گوئی میں صنعتوں کے استعمال کی چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

صنعت اواخر میں آخری حروف کے شمار سے تاریخ حاصل کی جاتی ہے۔ پروفیسر سید حسین شاہ فدا نے اپنے مضمون میں کسی نامعلوم تاریخ گو کی یہ تاریخ رقم کی ہے جو مہمان نوازی کے موقع پر کہی گئی:

جو چاہو دیکھنا تاریخ اس مہمان نوازی کی
تواضع و فیض و لطف و مکرمت کی انتہا دیکھو

(۱۵)

ع ض ف ت

۷۰ + ۸۰۰ + ۸۰ + ۴۰۰ = ۱۳۵۰ھ

اس تاریخ میں تواضع، فیض، لطف اور مکرمت کے آخری حروف کے اعداد شمار کرنے سے مطلوبہ تاریخ حاصل ہوئی ہے۔

بیسویں صدی کی تاریخوں میں صنعت اوسط کا استعمال بھی کیا گیا۔ یہ وہ صنعت ہے کہ جس میں تاریخی مادے کے وسطی حروف کے اعداد جمع کر کے تاریخ برآمد کی جاتی ہے۔ صنعت اوسط میں شاہ دل گیر اکبر آبادی کی تاریخ وفات یہ ہے:

سب بے سروپا ہو گئے دل گیر کے جانے سے اب
لطف و کرم، شعروسخن، عشق و وفا، وصل و ردا

(۱۶)

ط ر ع خ ش ف ص د

۹ + ۲۰۰ + ۷۰ + ۶۰۰ + ۳۰۰ + ۸۰ + ۹۰ + ۴ = ۱۳۵۳ھ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

وہ تمام حروف اوسط جن کے اعداد شمار کیے گئے ہیں؛ سہ حرفی الفاظ کے وسط سے لیے گئے ہیں۔ تاریخ گو کا کمال یہ ہے کہ اس نے شعر کے مصرع ثانی میں حرف عطف کے علاوہ دیگر تمام الفاظ سہ حرفی استعمال کیے ہیں۔

وہ صنعت جس میں مادۂ تاریخ کے صرف متحرک الفاظ محسوب کیے جائیں اور ساکن الفاظ کا شمار نہ کیا جائے اسے صنعت تحریک کہتے ہیں۔ محمد ابرار نے ذکر غم (ص ۳۰) کے حوالے سے مہر تقوی جے پوری کی صنعت تحریک میں لکھی ہوئی یہ تاریخ رقم کی ہے جو انھوں نے اپنے ایک دوست کے فرزند نصیر الدین کی وفات پر کہی:

گئے جو باغ ارم میں میاں نصیرالدین
ہوئی یہ فکر اے مہر! ہو کوئی تاریخ
وفور غم میں بالآخر، بہ صنعت تحریک
"نصیر بلبل باغ ارم" ہوئی تاریخ

(۱۷)

۱۳۷۷ھ

اس تاریخ میں مادے کے متحرک الفاظ جمع کرنے سے ۱۳۷۷ھ کا سال حاصل ہوتا ہے۔

صنعت تضاعف کا استعمال بھی بیسویں صدی کی تاریخ گوئی کا حصہ ہے۔ اس صنعت میں مادۂ تاریخ کو دو چند کرنے سے مطلوبہ تاریخ حاصل ہوتی ہے۔ محمد ابرار نے ذکر غم (ص ۶۰) کے حوالے سے صنعت تضاعف میں کہی گئی یہ تاریخ درج کی ہے:

شاد کا غم بھی عجیب غم ہے صبا
جس کو دیکھو ہے وہی آشفتہ کار
ہاتف غیبی بھی ہے غم سے حزیں
اس نے ہو کر درد و غم سے بے قرار
یوں بتایا شاد کا سالِ وفات
"آہ" کی برجستہ دو سو تیس بار

۶ x ۲۳۰ = ۱۳۸۰ھ

اس تاریخ میں ۶ کو ۲۳۰ سے ضرب دینے پر مطلوبہ تاریخ حاصل ہوتی ہے۔

بیسویں صدی میں صنعت توشیح کے استعمال کی روایت بھی ملتی ہے۔ اس صنعت میں شاعر ہر مصرع کے پہلے حروف اس ترتیب میں رکھتا ہے کہ ان کو بہ حسابِ جمل جمع کرنے سے مطلوبہ تاریخ حاصل ہو جاتی ہے۔ محمد ابرار نے شاد جے پوری کی ایک تاریخ رقم کی ہے جو انھوں نے خم خانہ جاوید کی طباعت پر کہی۔

۴۰۰	تذکرہ کس نے یہ لکھا اچھا	۶۰	سب جسے کہتے ہیں اچھا اچھا
۱	اہل دہلی کا بھلا ذکر ہی کیا	۱۰۰۰	غیر تک کہتے ہیں اچھا اچھا
۱	آن و انداز کے کیا کہنے ہیں	۹۰	صورت اچھی ہے سراپا اچھا
۲۰	کاغذ اعلیٰ ہے عبارت عمدہ	۳	جادو تحریر ہے چھاپا اچھا
۴۰۰	ٹائیٹل پیج کی جدت واللہ	۴۰	مرحبا ہے رخ زیبا اچھا
۴	دیکھیں موسیٰ تو گریں غش کھا کر	۹	طور سے بھی یہ ہے جلوہ اچھا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

ا اہل فن آج بتاتے ہیں اسے — ٦٠ ساحری دنیا سے نرالا اچھا
٦٠ سچ تو یہ ہے کہ یہ نسبت اس کی — ۲۰ کوئی بھی کام نہ ہو گا اچھا
۴۰۰ تھوڑے داموں میں یہ شے لی ہم نے — ۴۰ مال قسمت ہی سے پایا اچھا
۴۰ مصرعہ سال لکھو تم اے شاد — ۵ ہے گلستان سخن کیا اچھا

۱۳۲۷ھ ۱۳۲۷ھ

اس تاریخ میں شاد جے پوری نے یہ کمال دکھایا ہے کہ تمام اشعار کے پہلے مصرعوں کو جمع کرنے سے بھی ۱۳۲۷ھ کا سال بر آمد ہوتا ہے اور یہی سال دوسرے مصرعوں کے پہلے حروف کو جمع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

صنعت ذوتاریخین وہ صنعت ہے جس میں ایک تاریخی مادے سے دو تاریخیں نکالی جاتی ہیں۔ریاض شاد نے سید علی خاں بیتاب عظیم آبادی کی وفات پر یہ تاریخ لکھی:

بہشتی عین ہوشیاری ہے
غش میں دنیا کو خیر باد کیا
مرگ بیتاب کیا کہوں تجھ سے
تو نے ضائع، ریاض شاد کیا
(۲۰)

۱۳۴۷ھ ۱۳۴۷ھ

مادۂ تاریخ میں نام کے استعمال کو صنعت سجع کہا جاتا ہے۔(۸٦) میر الٰہی بخش کی رحلت پر کسی نے یہ ہجری تاریخ کہی:

"الٰہی بخش دے اپنے کرم سے" (۲۱)

۱۳۵۵ھ

اس تاریخ میں تاریخ کہنے والے نے کمال دکھایا ہے کہ ایک جانب تو صاحب تاریخ کا نام تاریخی مادے میں شامل کر لیا ہے اور دوسری جانب اسی نام کی مناسبت سے تاریخی مادے کو دعائیہ بنادیا ہے۔ بیسویں صدی میں صنعت سجع کا استعمال شاذ دکھائی دیتا ہے۔

صنعت ضرب یا تضارب میں مادۂ تاریخ کے اعداد کو کسی خاص عدد سے ضرب دے کر تاریخ نکالی جاتی ہے۔ جس عدد سے ضرب دینا ہو اس کا اشارہ بھی تاریخ کو واضح طور پر کر دیتا ہے۔ نواب سید مظفر الدین خاں حیدر آبادی نے سید الطاف محی الدین قادری کی یہ تاریخ ولادت صنعت ضرب میں نکالی:

ہے طلوع رشک صد مہر منیر
کر رقم اے خامۂ زریں نگار
اس کی پیدائش کا سنہ مل جائے گا
منبع الطاف کہ دے سات بار

۲۸۳ x ۷ = ۱۹۸۱ء

منبع الطاف کے ۲۸۳ اعداد کو سات سے ضرب دینے پر ۱۹۸۱ء کی مطلوب تاریخ حاصل ہوئی۔ صنعت تضارب سے مماثل ایک اور صنعت بھی ہے جس کو صنعت تضاعف کہا جاتا ہے۔ اس صنعت میں مادۂ تاریخ کو دوچند کرنے سے مطلوبہ تاریخ حاصل ہوتی ہے۔

ایسی صنعت جس میں مادۂ تاریخ مکتوبی حروف یعنی میم، نون اور واؤ سے حاصل کیا جائے صنعت مکتوبی کہلاتی ہے۔ شمیم صبا متھراوی نے شاد جے پوری کی وفات پر اس صنعت میں یہ تاریخ کہی:

اٹھ گئے جب شاد دنیا سے صبا
پھر کہاں کا صبر اور کیسا شکیب
حرف مکتوبی کو گن کر دس دفعہ
صاف کہہ "غمگیں حزیں اور ناشکیب"

(۲۳)

۱۹۶ x ۱۰ = ۱۹۶۰ء

صنعت مکتوبی کے لحاظ سے مادۂ تاریخ "غمگیں، حزیں اور ناشکیب" میں شامل حروف مکتوبی کے اعداد ۴۰ +۵۰ + ۵۰ +۶ + ۵۰ کو محسوب کرنے سے ۱۹۶ کا عدد حاصل ہوتا ہے جس کو دس مرتبہ گننے سے ۱۹۶۰ حاصل ہوتا ہے جو شاد جے پوری کا سال وفات ہے۔

ایسی تاریخ جس میں مادۂ تاریخ ملفوظی حروف یعنی الف، جیم، دال، ذال، سین، شین، صاد، ضاد، عین، غین، قاف، کاف اور لام سے حاصل کیا جائے، اسے صنعت ملفوظی کہتے ہیں۔ شاد جے پوری کی رحلت پر شمیم صبا متھراوی نے ہجری سال کی یہ تاریخ نکالی:

وفات شاد کے غم سے ہوا ہے دل ناشاد
نظر نظر میں تڑپ ہے نفس نفس فریاد
کہا ہے صنعتِ ملفوظ میں صبا میں نے
وفات شاد کا سن ہے "غم وداع شاد"

(۲۴)

۱۳۸۰ھ

"غم وداع شاد" میں ملفوظی الفاظ جمع کرنے سے ۱۳۸۰ھ کا سال حاصل ہوتا ہے۔

اس صنعت میں ولادت اور وفات کے علاوہ عمر کا تعین بھی موجود ہوتا ہے۔ گویا یہی صنعت کسی شخصیت کی سوانحی تاریخ کہی جا سکتی ہے۔

معروف تاریخ گو حفیظ ہوشیار پوری نے پیر غلام دستگیر نامی کا یہ قطعۂ تاریخ لکھا:

فخر زمان نامی جنت مکاں
بندۂ حق طالبِ خیر کثیر
سلسلۂ عمر، ولادت، وصال
حلم، بشر، طبع، محبت ضمیر

(۲۵)

۷۸ ۵۰۲ ۸۱ ۱۳۰۰

اس قطعۂ تاریخ کے آخری مصرعے کے اعداد تواریخ کے ماخذ ہیں۔ محبت ضمیر سے ۱۳۰۰ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں جو پیر غلام دستگیر نامی کی ولادت سال ہجری ہے۔ ۱۳۰۰ میں طبع کے ۸۱ اعداد جمع کرنے سے ان کا سال وفات ہجری حاصل ہوتا ہے یعنی ۸۱ + ۱۳۰۰ = ۱۳۸۱ھ۔ اسی طرح آخری مصرعے میں شامل الفاظ بشر (۵۰۲)، طبع (۸۱) اور محبت ضمیر (۱۳۰۰) کے اعداد محسوب کرنے سے نامی کی ولادت سال عیسوی (۱۸۸۳ء)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

حاصل ہوتی ہے۔نامی مرحوم کی وفات سال کا عیسوی حلم(۷۸)،بشر(۵۰۲)،طبع(۸۱) اور محبت ضمیر(۱۳۰۰) کے اعداد جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔
مادہِ تاریخ میں شامل لفظ طبع ان کی ہجری سال کے مطابق عمر۸۱ برس کا مظہر ہے اور لفظ حلم سے عیسوی سال کے مطابق عمر کے۷۸ سال بر آمد ہوتے ہیں۔

صنعت واسع الشفتین کا شمار تاریخ گوئی کی دل چسپ ترین صنعتوں میں ہوتا ہے کیونکہ اس صنعت میں مادہِ تاریخ یا قطعہِ تاریخ کے تمام مصرعوں کو پڑھنے سے ہونٹ آپس میں نہیں ملتے بلکہ کھلے رہتے ہیں۔محمد ابرار نے ذکر غم(ص۷٦) کے حوالے سے تاریخ درج کی ہے:

اس جہاں سے راہی جنت ہوئے انور علی
گلشن تاریخ کوئی نذر گلچیں ہو گیا
سال رحلت کے لیے خورشید یہ آئی ندا
"ارتحال شاد سے دل درد آگیں ہو گیا"

(۲٦)

۱۳۸۰ھ

اس قطعہِ تاریخ کے تمام مصرعوں میں ہونٹ آپس میں نہیں ملتے۔آخری مصرع سے ۱۳۸۰ھ کے اعداد نکلتے ہیں۔

متعدد صنعتوں کا استعمال

بعض تاریخ کہنے والوں نے ایک ہی شخصیت کے لیے متعدد صنعتوں کے استعمال سے تاریخ بر آمد کی ہے،ملاحظہ ہو:

"باادب قطعہِ تاریخ"

۱۴۰۵ھ

"سال رحلت چراغ ادب"
۱۴۰۵ منقوطہ
"مرحوم فیض احمد فیض قابل و مقبول"
۱۹۸۴ء منقوطہ
"مرقد فیض حق بیاں"
۱۴۰۵ھ

سالم الاعداد
"آہ، آنِ غزل فیض" بھی چل بسے
۱۹۸۴ء

سالم الاعداد
آج ماتم کناں ہے زبانِ غزل
صاحب لہجہَ منفرد، خوشنوا
خوش زباں، خوش بیاں، عزّوشانِ غزل
اے صبا آئی قلبِ اجل سے صدا

۳

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

کہدے سالِ اجل، "فیض، جانِ غزل"

۱۹۸۴

۳ + = ۱۹۸۴ء

"ھمقدم غم صبامتھر اوی" (۲۷)

۱۹۸۴ء

یہ تاریخیں مختلف قسم کی تکنیک اور صنعت پر مشتمل ہیں۔ صنعت منقوطہ، سالم الاعداد اور تدخلہ کے ذریعے فیض احمد فیض کے وفات کے تاریخیں نکالی گئی ہیں۔

مصرع مستعار کی تاریخوں میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ جہاں کسی ایک شاعر کے مصرعے سے کسی دوسری شخصیت کی تاریخ اخذ نہیں کی گئی بلکہ اسی شاعر کے اپنے مصرعے سے ہی اس کی تاریخ برآمد کی گئی، اس ضمن میں جوش ملیح آبادی کی معروف رباعی کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ جوش صاحب کی اس رباعی کے آخری مصرعے سے ان کا عیسوی سالِ وفات نکلتا ہے۔ یہ تاریخ نصیر ترابی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے:

دانائے رموزِ این و آں ہوں اے جوش
مولائے اکابرِ جہاں ہوں اے جوش
کیوں اہلِ نظر پڑھیں نہ کلمہ میرا
"میں شاعرِ آخرالزماں ہوں اے جوش"

(۲۸)

۱۹۸۲ء

مصرع مستعار سے تاریخ اخذ کرنے کا عمل مختلف جہتوں اور پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ حسب ضرورت مصرعے میں تبدیلی بھی لائی جاسکتی ہے اور تعمیے و تخرجے کی تکنیک کے زیر اثر مصرع مستعار کو بطور مصرع ثانی استعمال کر کے مصرع اولیٰ خود تخلیق کیا جاسکتا ہے۔

بیسویں صدی میں تاریخ گوئی کی صنعتوں کا یہ استعمال گزشتہ صدیوں کے لحاظ سے کم ہے۔ اس امر کی ڈاکٹر وحید قریشی نے یہ وجہ بیان کی ہے:

"بیسویں صدی کے اوائل سے خواص کی توجہ بھی تاریخ گوئی سے ہٹ گئی جو ریاضت اور لگن اس کے لیے درکار تھی، عام زندگی کی بڑھتی ہوئی مصروفیت کی بنا پر نیز مادی فوائد کی تلاش و جستجو نے لوگوں کو دوسرے راستے پر لگا دیا اور اس لطیف فن کے جاننے والے بھی خال خال رہ گئے۔"(۲۹)

بیسویں صدی کی نمایندہ تاریخوں کے تکنیکی اور فنی مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کہنے والوں نے اس صدی میں اقسام سنین کے حوالے سے روایت کی کافی حد تک پاسداری کی ہے۔ تاریخ کہنے والوں نے ہجری، عیسوی، بکرمی، فصلی، الہی، رومی اور فارسی سنین کا استعمال کیا ہے۔ اس صدی میں کچھ سنین کا استعمال کم بھی ہوا جن میں مہدوی، بنگلہ اور نانک شاہی وغیرہ جیسی سنین شامل ہیں۔ تاریخ کہنے والوں نے بیسویں صدی کے دوران عیسوی اور ہجری سنین میں زیادہ تاریخیں لکھیں جبکہ باقی تاریخوں کی طرف رجحان نسبتاً کم رہا۔

صوری اور معنوی تاریخوں کے اعتبار سے بیسویں صدی میں سب سے زیادہ معنوی تاریخیں کہی گئیں۔ معنوی تاریخ میں تکنیکی تجربات میں بہت رنگارنگی نظر آئی۔ بیسویں صدی کے بعض تاریخ کہنے والوں نے صوری یا صوری و معنوی تاریخیں بھی کہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوری و معنوی جیسے مشکل طریقہ تاریخ کو بھی شاعروں نے یکسر نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس سلسلے کو جاری رکھا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

سالم الاعداد تاریخیں بیسیویں صدی کی تاریخ گوئی میں مقداری اعتبار سے سب سے نمایاں تاریخیں نظر آتی ہیں۔ سالم الاعداد تاریخی مادے عموماً قطعاتِ تاریخ کے آخری مصرع جات میں موجود ہوتے ہیں۔ اردو میں سالم الاعداد تاریخیں عموماً فارسی، تراکیب سے مزین نظر آتی ہیں۔ تعمیے اور تخرجے کی تکنیک بیسویں صدی میں جاری رہی مگر انیسویں، اٹھارہویں اور اس سے پہلے کی صدیوں کے لحاظ سے اس میں کمی واقع ہوئی۔ تعمیے اور تخرجے کی تکنیک استعمال کرنے کے سلسلے میں بیسویں صدی میں تاریخ کہنے والوں کا ایک واضح رجحان یہ دکھائی دیتا ہے کہ وہ یہ تکنیک محض معمولی اعداد کی کمی یا اضافے کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ تاریخ کہنے والے اکثر ادباء نے صرف ایک یا دو اعداد کا تعمیہ یا تدخلہ کیا ہے۔ تدخلے اور تعمیے کے سلسلے میں ایک بات یہ بھی دکھائی دیتی ہے کہ تاریخ کہنے والوں نے اس صنعت کے استعمال سے پہلے واضح اشارے بھی دیے ہیں کہ کون سا عدد نکالنا ہے یا جمع کرنا ہے۔ تعمیے یا تدخلے کی تکنیک کے سلسلے میں تاریخی مادے عموماً کسی قسم کا ابہام یا الجھاؤ نہیں رکھتے۔ بیسویں صدی میں لکھی گئی تاریخوں میں تعمیے اور تدخلے کے سلسلے میں وضاحت گزشتہ صدیوں سے زیادہ واضح دکھائی دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیسویں صدی کا قاری عربی اور فارسی کی وہ علمیت نہیں رکھتا جو ماضی کے قاری میں موجود تھی۔ دوسری بات یہ کہ بیسویں صدی کا قاری تاریخ گوئی کی تکنیک کے ادراک میں بھی کمزور ہے۔

صنعتوں کے استعمال کے سلسلے میں بیسویں صدی کے تاریخ کہنے والوں نے پہلوداری اور فن کے کئی کمالات دکھائے ہیں۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی تاریخ گوئی جب بیسویں صدی میں داخل ہوتی ہے تو صنعتوں کے اعتبار سے اس میں کچھ انتخاب بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس انتخاب کا مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ اگرچہ یہ انتخاب کسی مخصوص ضابطے کا پابند نہیں ہے تاہم معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کے پس پردہ تاریخ گو اور قاری کا وہ فطری رجحان کارفرما ہے جو تمام قدیم علوم میں سادگی اور سلاست کے باعث ظہور پذیر ہوا۔

صنعتوں کے استعمال کے سلسلے میں ایک بات البتہ ضرور حیران کن ہے کہ بیسویں صدی میں کمپیوٹر اور جدید ترین حسابی آلات ایجاد ہوئے اور جمع و تفریق کے لیے کیلکولیٹر استعمال بھی کیا جانے لگا مگر ان آلات کی ایجاد اور استعمال کے اثرات تاریخ گوئی کے فن پر ایسے واضح مرتب ہوتے دکھائی نہیں دیتے جن کا تذکرہ کیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ سید انتخاب علی کمال (مضمون) فن تاریخ گوئی: آغاز وارتقا کے مباحث، سہ ماہی الاقرباء اسلام آباد، جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۱، جنوری۔ مارچ ۲۰۰۵ء، ص ۶۷

۲۔ ایضاً

۳۔ فصیح الدین بلخی، پٹنہ کی کتبے، خدا بخش اور نٹیل پبلک لائبریری پٹنہ، ۱۹۹۳ء، ص ۶۴، ۶۵

۴۔ حامد حسن قادری، دی آرٹ آف دی کرونوگرام، مرتبہ: خالد حسن قادری، انجمن پریس کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۱۳۴

۵۔ عطش درانی، ادبی جائزے (توضیحات)، نذیر سنز پبلشر زاردو بازار لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۴۵

۶۔ باقر وسیم، باغ حسین کمال: حیات و افکار (مقالہ برائے ایم فل۔ اردو) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص ۳۹

۷۔ عرشی امرتسری ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی میں ''تاثرات'' کے عنوان سے کئی سال متواتر اداریے لکھتے رہے۔ ۱۹۸۵ء میں ان کی وفات کے بعد یہ سلسلہ قمر عینی نے جاری رکھا۔

۸۔ سید احمد، لغات ابجد شماری، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۵۷

۹۔ خاقان عباسی ممبر قومی اسمبلی اور وفاقی وزیر تھے۔ وہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۸ء کو راولپنڈی میں میزائل لگنے سے جاں بحق ہوئے۔ وہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم اور ممبر قومی اسمبلی (لاہور) شاہد خاقان عباسی کے والد تھے۔

۱۰۔ ماہنامہ قومی زبان کراچی، فروری ۱۹۹۹ء، ص ۷۰

۱۱۔ لوح مزار راشد منہاس، لوح کے آخر میں اکرام قمر (ایڈیٹر ہلال) تحریر ہے۔

۱۲۔ نواب عزیز جنگ ولا، شمس العلماء، غرائب الجمل، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، حکومت ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء، ص ۲۹۳

۱۳۔ محمد منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر، اقبال اور گجرات، سلیچ پبلی کیشنز گجرات، جولائی ۱۹۹۸ء، ص ۲۶۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol 5 No.3 2021

۱۴۔ محمد ابرار، اردو میں تاریخ گوئی، شمالی ہند میں انیسویں صدی کی نمایندہ تاریخوں کی تحقیق و تدوین، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو) بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ۲۰۰۸ء، ص۳۸،۳۹

۱۵۔ سید حسین شاہ فدا، پروفیسر، مضمون: فن تاریخ گوئی، ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی، صفر المظفر ۱۴۰۳ھ، ص۳۱

۱۶۔ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی، صفر المظفر ۱۴۰۳ھ، ص ۳۱، پروفیسر سید حسین شاہ فدا نے اس تاریخ کے ساتھ تاریخ گو کا نام درج نہیں کیا۔ لکھا ہے ''صرف درمیانہ حروف سے شاہ دلگیر اکبر آبادی کی تاریخ ملاحظہ ہو''۔ مادۂ تاریخ کی ذیل میں ''ش'' کے اعداد سہواً ۳۰ درج کیے گئے ہیں جو ۳۰۰ ہیں البتہ مجموعی شمار درست ہے۔

۱۷۔ محمد ابرار، اردو میں تاریخ گوئی، شمالی ہند میں انیسویں صدی کی نمایندہ تاریخوں کی تحقیق و تدوین، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو) بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ۲۰۰۸ء، ص۴۷

۱۸۔ محمد ابرار، اردو میں تاریخ گوئی، شمالی ہند میں انیسویں صدی کی نمایندہ تاریخوں کی تحقیق و تدوین، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو) بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ۲۰۰۸ء، ص۴۱

۱۹۔ محمد ابرار، اردو میں تاریخ گوئی، شمالی ہند میں انیسویں صدی کی نمایندہ تاریخوں کی تحقیق و تدوین، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو) بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ۲۰۰۸ء، ص۴۵

۲۰۔ سید حسن سید عظیم آبادی، کلیات سید (مرتب: ڈاکٹر شکیب ایاز)، خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ، ۲۰۰۹ء، ص۱۳۱

۲۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، مضمون، فن تاریخ گوئی اور اردو میں اس کی روایت، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۲۵، فرمان فتح پوری نے یہی تاریخ اپنے مضمون ''فن تاریخ گوئی اور اردو میں اس کی روایت'' مشمولہ نقوش لاہور، عصری نمبر ستمبر ۱۹۸۲ء کے ص ۴۷ پر بھی درج کی ہے مگر کتاب اور مضمون دونوں میں تاریخ گو کا نام درج نہیں۔

۲۲۔ نواب عزیز جنگ ولا، شمس العلماء، غرائب الجمل، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، حکومت ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء، ص ۳۱

۲۳۔ شمیم صبا متھراوی، ذکر غم، مکتبہ اردو کراچی، ۱۹۶۰ء، ص۵۹

۲۴۔ ایضاً، ص۵۹

۲۵۔ قراۃ العین طاہرہ، ڈاکٹر، حفیظ ہوشیارپوری: شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۷ء، ص۱۰۸، ۱۰۹

۲۶۔ محمد ابرار، اردو میں تاریخ گوئی، شمالی ہند میں انیسویں صدی کی نمایندہ تاریخوں کی تحقیق و تدوین، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو) بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ۲۰۰۸ء، ص۴۸

۲۷۔ ماہنامہ سب رس، ایوان اردو کراچی، دسمبر ۱۹۸۴ء، ص ۲۶

۲۸۔ ایضاً، ص۵۵، سید احمد نے ان تاریخوں میں سے اول اور دوم کے تاریخ گو کا نام درج نہیں کیا۔ تاریخ وفات جوش از نصیر ترابی افکار کراچی کے حوالے سے درج ہے۔

۲۹۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، مقالات تحقیق، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، مارچ ۱۹۸۸ء، ص ۲۷۰